سوال

(50) مسئلہ خلق قرآن کے متعلق

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

مسئلہ خلق قرآن کے متعلق

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

مسئلہ خلق قرآن ک متعلق میرے عنایت فرما کچھ کہتے رہتے ہیں۔ لہذا میں اعلان کرتا ہوں کہ مسئلہ ہذا میں ہیں وحی عقیدہ رکھتا ہوں جو امام بخاری کا ہے۔ (مولانا ثناء اللہ امرتسری جلد 1 ص 119)

از مولانا محمد صاحب مرحوم ۔۔۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے اور آپ کی عزت ووقعت دوبالا کرے۔

تشریح

باب ما جاء فی تخلیق السموات والارض وغیرہا منا لخلاء ق وہو فعل الربوامرہ فالر بصفاتہ وفعلہ وامرہ وکلامہ ہوالخالق الملکون غیر مخلوق وما کان بفعلہ وامرہ وتخلیقہ وتکوینہ فہو مفعول مخلوق مکون

(بخاری شریف ج 2 ص 1110) مقصد امام الحدیثؒ کا یہ ہے کہ آسمان وزمین اور جملہ خلائق اللہ تعالیٰ کے فعل اورامر سے عالم تکوین میں آئی اس لئے یہ سب کچھ مخلوق قرار پائے پس رب تعالیٰ اپنی صفات اپنے فعل اپنے امر اور اپنے کلام کی رو سے خالق ہے غیر مخلوق پس وہ جس طرح خود غیر مخلوق ہے اسی طرح اسی کی صفات بھی غیر مخلوق ہے۔ اورامر وکلام اس کی صفات ہیں لہذا یہ غیر مخلوق ہیں اور تخلیق وتکوین کے نتائج ہیں جو کچھ عالم کون میں ہے وہ مخلوق ہے پس بقول علامہ ابن حجر شارع بخاری

ان ذاتہ وصفاتہ غیر مخلوقة والقران صفتہ لہ ہو غیر مخلوق

(حوالہ مذکور کا حاشیہ) بے شک اللہ کی ذات جس طرح غیر مخلوق ہے یہ عقیدہ ہے امام بخاریؒ کا جس کی طرف مولانا مرحوم نے اشارہ فرمایا ہے۔ (از مولانا ظفر عالم صاحب میرٹھی صدر مدرس دار لحدیث مالیگاں)

حدیث بالا کے ماتحت فرقہ ناجیہ کی تشریح از قلم مولانا ابو تیمم محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی

حضرات!فرقہ ناجیہ کا تصور وخیال ایک حدیث شریف سے اٹھتا ہے۔جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہوجائے گی۔ایک فرقہ کے سوائے دیگر سب دوزخ میں جایئں گے۔اس ایک فرقے کے قائم رکھنے میں حکمت خداوندی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ساری امت گمراہ نہ ہوجائے۔اوردین محمدی ﷺ محرف نہ ہوجائے نیز یہ کہ اس فرقہ حقہ سے دوسروں پر حجت پوری ہوتی ہے۔چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ میں فرماتے ہیں۔

فان اللہ طائفۃ من عبادہ لایضر ہم من خذلھم حجۃ اللہ فی الارض

(حجۃ اللہ مصری جلد اول صفحہ 153)یعنی خدا تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک گروہ ہے جن کو وہ شخص جو ان کا ساتھ چھوڑ دے۔کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتا اور وہ زمین میں خدا کی حجت ہیں۔لگلے دین اسی سبب سے محرف ہوگئے کہ اختلاف کے وقت ان میں کوئی فرقہ بھی سنن انبیاء پر قائم نہ رہا تھا۔یہ امر اس شخص پر بہت آسان ہے۔جو تاریخ یہود و نصاریٰ اور ان کی کتابوں کا مطالعہ گہری نظر سے کرے۔اوران کے باہمی اختلافات کو فکر سائب سے سوچے۔

یہ ایک فرقہ کونسا ہوگا۔جن لوگوں کی آنکھ پر تحزب و تشیع کی پٹی بندھی ہے۔وہ حقیقت کو نہ دیکھتے ہوئے یہ ہی زعم کریں گے۔کہ بس وہ فرقہ ہمارا ہی ہے۔باقی سب فی النار والسقر جیسا کہ اگلی امتوں کے اختلافات کی نسبت ان کے مزعومات کا ذکر کیا۔

فَتَقَطَّعُوٓا۟ أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۖ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ٥٣ سورۃ المومنون

یعنی انبیاءؑ کے بعد ان کی امتوں نے دین (واحد) کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور ہر فرقہ اپنے عندیہ پر نازاں ہورہا ہے۔لیکن قربان جایئں اس رسول پاک ﷺ پر کے آپ ﷺ نے اس فرقہ ناجیہ کی حقیقت پر کوئی پردہ نہیں رہنے دیا۔اوراس کی تعین کےلئے ہمیں بھول بھلیوں میں نہیں چھوڑگئے کہ ہر کوئی اپنے مزعومات و تخیلات و توہمات پر ڈینگیں مار سکے چنانچہ حدیث مذکور الفوق کا تتمہ یوں ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا حضرت!وہ فرقہ کون سا ہوگا۔آپ ﷺ نے فرمایا!ما انا علیہ واصحابی یعنی جو اس طریق پر ہوں گے جس پر میں ہوں اور تم میرے اصحاب ہو۔

پیارے بھائیو!حدیث کے پہلے ٹکڑے یعنی اختلافات امت اور مختلف فرقے بن جانے کی تصدیق واقعات نے کردی ہے۔اوراب اس کےلئے کسی حالت منتظرہ کا انتظار باقی نہیں ہے توکیا دوسرا ٹکڑا تعین مصداق کے سواہی رہے گا یہ ہرگز نہیں ہوسکتا ہے۔کہ مخبر صادق کی خبر ایک تو درست اترے اور دوسری میں ہم ڈانواں ڈول رہیں۔اب تعصب کی پٹی کھول کر ما انا علیہ واصحابی کے مطابق اور تعامل صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کے موافق ہوں اے حق پر جانتے ہوئے اس میں شامل ہوجایئں۔بس اللہ اللہ خیر سلانہ اس می کوئی آپ کو تردد نہ ہونا چاہیے۔اس حقیقت کو مقدر کرنے کےلئے قرآن و حدیث کے نصوص میں بہت کچھ کھینچ تان کی گئی ہے۔اورطرح طرح کی تاویلات بلکہ تحریفات سے کوشش کی گئی ہے۔کہ اپنے مزعومات کو قرآن وحدیث سے ماخوذ بنایا جائے۔لیکن حضرات مین یہ مضمون ایسے طریقے پر بیان کرتا ہوں۔جس میں اپنے اپنے خیال کی پیچ نہیں ہے۔اور وہ فرقہ بندی کی قید سے آزاد ہے۔حقیقت مطلوبہ کو نمایاں کرنے کےلئے ایک اورامر کی وضاحت ضروری ہے۔جس پر اس کی بنیاد ہے۔وہ یہ کہ صحیح بخاری میں حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ رہے گا۔جو حق پر ہوکر لڑتا رہے گا۔حتیٰ کے خدا کا حکم آجائے۔اور وہ اسی حالت معنونہ پر ہوگا۔اس وقت میرا استدلال حدیث کے الفاظ لاتزال سے ہے۔کہ آپ ﷺ اپنی امت میں سے ایک جماعت کہ ہر زمانے مین قائم رہنے کی بشارت سناتے ہیں۔اس بناء پر ہم کو دیکھنا چاہیے کہ کس فرقے کا وجود بلحاظ عقائد و عملیات کے ہر زمانے میں پایا جاتا رہا ہے۔یا یہ کسی روش ک آثار حوادث کی پامالی سے زمانے میں بھی نہیں مٹ سکے۔سو معلوم ہوکہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے آخری سال میں ایک یہودی نسل شخص عبد اللہ بن سبا نے آپ ﷺ کے برخلاف سیاسی ایجی ٹیشن شروع کی جس سے سبائی جماعتیں بن گئیں۔اوراس کا انجام حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے ہوا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے۔اور سبائی ان کے ساتھ ہوگئے۔عثمانی حضرات حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا انتقام لینے کےلئے ان کے بالمقابل

کھڑے ہوگئے اور باقاعدہ صف آرائی سے جنگ شروع ہوگئی۔ جنگ صفین میں اس بات پر لڑائی تھم گئی کہ ایک منصف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے اور ایک حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مقرر ہو جو کچھ وہ دونوں فیصلہ کریں وہ طرفین کو منظور کرلیا جائے۔ سبائی صلح نہیں چاہتے تھے کہ ایک بہانے سے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک انسان کا حکم مانا ہے۔ اور خدا کو چھوڑ کر ان کا حکم ماننا شرک ہے۔ کوئی بارہ ہزار سبائی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اطاعت سے خارج ہوگئے ان کا نام خارجی ہوا۔ لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرفدار تھے۔ ان کے مقابلے ان کا نام شیعہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جماعت پڑا۔ اس فتنہ عظیم کے وقت ایک بڑی جماعت غیر جانبدار رہی اور انہوں نے کسی طرف بھی حصہ نہ لیا۔ اس لئے کہ آپ ﷺ نے ایسے موقع پر فتنہ میں حصہ نہ لینے کی بابت حکم دیا تھا۔ رفتہ رفتہ اسی سیاسی فتنے نے ایک مذہبی صورت اختلاف پکڑلی اور ہر طرف کی عملی اور اعتقادی بدعات شروع ہوگئیں۔ جس طرح ایک کثیر جماعت نے سیاسی فتنے میں حصہ نہیں لیا تھا۔ اور ہر طرح سے فتنے سے بچتے رہتے تھے۔ اسی طرح ان بدعات کے وقت بھی ایک بھای جماعت طرز اول او طرز قدیم پر قائم رہی۔ یعنی آپ ﷺ کے عہد میں اور اس فتنے سے پہلے صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کے وقت میں دین کی جو حالت تھی اس پر قائم رہیف اور ان کا نام اہل سنت ہوا اہل سنت ان اہل بدعت کی بدعی روایات کی قبولیت سے پرہیز کرتے رہے چنانچہ محمد بن سیرین تابعی کا قول ہے۔

فینظر الی اہل السنۃ فیوخذ حدیثھم و ینظر الی اہل البدع فال یوخذ حدیثھم

(مقدمہ صحیح مسلم) اس قول سے معلوم ہوا کہ امام ابن سیرین کے وقت تک ایک گروہ کا نام اہل سنت پڑچکا تھا۔ جن کی روایات قابل اعتبار سمجھی جاتی تھیں۔ امام ابن سیرین تابعی ہیں۔ اپنے وقت کے امام تھے۔ 33 ہجری میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں پیدا ہوئے۔ بڑے بڑے مشہور صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین سے روایت لی مثلاً ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو سعید خدریر ضی اللہ تعالیٰ عنہ زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی وفات 77 سال میں ہوئی 9 شوال 110 ہجری کو ہوئی اس سے صاف ثابت ہے کہ اہل سنت نام پہلی صدی ہجری میں پڑچکا تھا۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اہل سنت کا مذہب مذاہب اربعہ شافعی مالکی حنفی حنبلی میں منحصر ہے جو کوئی ان چاروں کی تقلید سے خارج ہو وہ اہل سنت سے خارج ہ ہے۔ صریحاً غلط ہے کیونکہ پہلی صدی میں ان چاروں مذاہب کا وجود ہر گز نہیں تھا۔ کیونکہ حنفی امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب ہیں۔ آپ 80 میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ اور 150 ھ میں بغداد میں قید خانہ میں ظلماً زہر سے شہید کئے گئے اور مالکی امام مالک کی طرف منسوب ہیں۔ آپ 93 ھ میں مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ اور اسی پاک زمین میں 179ء میں فوت ہوئے۔ اور شافعی امام محمد بن ادریس شافعی کی طرف منسوب ہیں۔ اور آپ 150 ھ میں پیدا ہوئے۔ اور 23 ھ میں مصر میں فوت ہوئے اور حنبلی امام احمد بن حنبل کی طرف منسوب ہیں۔ آپ 164 ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ اور بغداد میں ہی 241 ھ میں فوت ہوئے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ پہلی صدی ہجری میں مذاہب اربعہ کا وجود ہی نہیں تھا۔ تو ان کی تقلید کہاں تھی۔ کہ جو شخص ان کی تقلید سے خارج ہے وہ اہل سنت سے خارج ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ معاذاللہ۔ صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین تابعین اہل سنت نہیں تھے۔ اور یہ کہ ان سے پیشتر جس قدر آئمہ اہل سنت نہیں تھے۔ یہ کیسی غلط اور بے معنی بات ہے۔ کہ آئمہ اہل سنت اہل سنت نہ تھے۔ ان آئمہ اربعہ سے پیشتر ہی مشہور مروج ہوچکا ہے۔ اب نفی کے کیا معنی۔

نیز یہ کہ صحیح بخاری میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا!

خیر امتی قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم قال عمران فلا ادري اذكر بعد قرنه مرتين اوثلاثا

یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے میرا زمانہ سب سے بہتر ہے۔ پھر وہ لوگ جو ان سے ملیں گے۔ حضرت عمران صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں رہا۔ کہ آپ ﷺ نے اپنے زمانے کے ذکر کے بعد دو دفعہ دو زمانوں کا ذکر کیا ہے۔ تین دفعہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین تابعین و اتباع تابعین بہترین امت ہیں۔ اور انہی کو قرون ثلاثہ کہتے ہیں۔ اور چونکہ آپ ﷺ نے ان کی خیریت کی شہادت دی ہے۔ اس لئے انھیں مشھود لھا بالخیر کہتے ہیں۔ ان تین زمانوں کی حدیں بھی سن لیجئے۔ پیارے بھا یئو! کہ میں کوئی بھی بات اپنی طرف سے نہین کہتا جو کچھ کہتا ہوں صحیح کتابی حوالے سے کہتا ہوں۔ اور اللہ کے فضل سے وہ بات ہوتی بھی حق او درست ہے۔ واقعہ و عقل دین میں مقبول ہے۔

1۔ آپ ﷺ کا زمانہ 11ھ سـمہ تک رہایعنی آپ ﷺ کی وفات 11ھ میں ہوئی۔

2۔ صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کا زمانہ 110ھ تک رہا کیونکہ آخری صحابی ابو طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ 110ھ میں فوت ہوئے۔

3۔تابعین کا زمانہ 180ھ تک رہا۔

4۔ اتباع تابعین کا زمانہ 220ھ تک رہا۔

نوٹ۔ان زمانوں کی مذکورہ بالا تحدید فتح الباری (ج14 ص353) اور تدریب الراوی (ص209 اور215ھ) میں مذکور ہے اس سے بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ قرون خیار کی معیاد180ھ تک یا زیادہ سے زیادہ 220ھ تک ہے اور بہرچہار مذہب کی تقلید اس معیاد تک نہیں تھی۔کیونکہ چوتھے امام احمدؒ کی وفات 241ھ میں ہوئی ہے۔اور یہ کوئی نہں کہہ سکتا کہ امام احمد کی تقلید ان کی زندگی میں واجبا کی جاتی تھی۔پس جس طریق پر قرون ثلاثہ مشہود لھا بالخیر گزرے وہی طریقہ حق اور موجب نجات ہے اور وہ کیا تھا بغیر کھینچ تان کے اور بغیر کسی خاص شخص کی تقیید کے قرآن وحدیث پر عمل کرنا چنانچہ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

اعلم ان الناس کانۃ اقبل المائۃ الرابعۃ غیر مجمعین علا التقلید الخالص لمذہب واحد بعینہ

'(حجۃ اللہ مطبوعہ مصر ج1 ص152)اس بات کو جانے رکھو کہ امت محمدیہ کے لوگ چوتھی صدی (ہجری) سے پیشتر بعینہ کسی کاص مذہب کی تقلید پر جمع نہیں تھے،۔ان تاریخی حوالوں کے بعد میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جماعت اہل حدیث کو اہل سنت کا مصداق قرار دینا میرا اپنا اختراع نہین ہے۔بلکہ آئمہ محدثین نے انھیں کو قرار دیتے ہوئے چنانچہ امام ترمذی حضرت قرہ بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں۔

قال محمد بن اسماعیل (البخاري) قال علی بن الدینی ہم اصحاب الحدیث

(ترمذی ج2 ص42) امام بخاریؒ نے کہا کہ (میرے استاز) علی بن مدینی نے کہا کہ وہ اصحاب حدیث میں اسی طرح حافظ ابن حجر حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں

اخرج الحاکم فی علوم الحدیث بسند صحیح عن احمد ان لم یکونوا اہل الحدیث فلا ادري من ہم

امام حاکم نے اپنی کتاب علوم الحدیث میں امام احمد سے بسند صحیح نقل کیا کہ آپ نے فرمایا اگر ان سے مراد اہل حدیث نہیں تو پھر میں نہیں جا نتا کہ کون لوگ مراد ہیں۔

اور حضرت پیران پیر صاحب فرقہ ناجیہ کے زکر میں فرماتے ہیں ہ ان کا نام تو بس اصحاب الحدیث اور اہل سنت ہی ہے۔(غنیہ ص212 مترجم فارسی)

اسی طرح امام ابن حزم قرطبی فرماتے ہیں۔

واہل السنۃ الذین یذکرہم اہل الحق ومن وراء ہم قابل الباطل فانہم الصحابۃ وکل من سلک تجہم من خیار التابعین ثم اصحاب الحدیث ومن القبعہم من الفقہاء جیلا فجیلاالی یومنا ہذا ومن القتدي بہم من العوام فی شرق الارض وغرابہا

اور اہل سنت جن کو ہم اہل حق کے نام سے یاد کریں گے اور ان کے سوا کو اہل باطل کہیں گے پس تحقیق واہل سنت تو صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین ہیں۔اور نیک تابعین میں سے ہر وہ جوان کی پیروی کرے۔پھر ان کے بعد اصحاب حدیث ہیں۔اور ہمارے اس زمانے تک جس قدر فقہاء کے بعد دیگرے جو بھی ان کے پیرو ہوئے دنیا کے مشرق مغرب تک وہ سب عوام بھی جنھوں نے ان کی پیروی کی ان سب پر خدا کی رحمت ہو۔اس حوالہ سے معلوم ہوگیا کہ لفظ اہل سنت کے پورے مستحق اہل حدیث ہی ہیں اور انہی کی بابت

آپ ﷺ کلی نجات کی بشارت سنا رہے ہیں۔ الحمدللہ

دفع دخل

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ جماعت اہل حدیث تھوڑے عرصہ سے قائم ہوئی ہے۔ یہ بات بلکل غلط ہے اور تاریخی ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔ ہم فقہ کی ایک معتبر اور مشہور کتاب کے حوالہ سے ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ جماعت اہل حدیث اللہ کے فضل سے قدیمی گروہ ہے۔ بلکہ ان چاروں مذاہب کے قائم ہونے سے بھی پہلے کی ہے۔ چنانچہ شامی درمختار میں ہے۔

حکی ان رجلا من اصحاب ابی حنیفۃ خطب الی رجل من اصحاب الحدیث ابنتہ فی عہد ابی بکر الجوزجانی فابی الا ان یترک مذہبا فیقرء خلف الامام ویرفع یدیہ عند الانحناء و نحو ذالک فاجابہ فزوجہ

(شامی جلد 4 آص 293) حکایت کی گئی ہے۔ کہ قاضی ابو بکر زجانی کے عہد میں ایک حنفی نے ایک اہل حدیث سے اس کی بیٹی کا رشتہ مانگا تو اس (اہل حدیث) نے انکار کر دیا مگر اس صورت میں کہ وہ (حنفی اپنا) مذہب چھوڑ دے۔ اور امام کے پیچھے (سورۃ فاتحہ) پڑھا کرے اور رکوع جاتے اور رکوع جاتے وقت رفع الیدین کیا کرے۔ مثل اس کے اہل حدیث کے دوسرے کام بھی کیا کرے۔ پس اس (حنفی) نے اس بات کو منظور کر لیا تو اس (اہل حدیث) نے اپنی لڑکی اس کے نکاح م میں دے دی۔ اب قاضی ابو بکر جوزجانی کا زمانہ دیکھنا چاہیے کہ کونسا زمانہ ہے آپ تیسری صدی کے قاضی ہیں اور ابو سلمان کے شاگرد ہیں۔ اور بلاواسطہ امام محمد کے شاگرد تھے۔ (الفوائد البھیہ ص 12) اس حوالے سے صاف ظاہر ہوا کہ تیسری صدی میں بھی مستقل ایک گروہ موجود تھا جن کو لوگ اصحاب الحدیث یا اہل حدیث پکارتے تھے۔ اور ان کے امتیازی مسائل میں سے قراءت فاتحہ خلف الامام۔ اور رکو جاتے وقت رفع الیدین بھی تھے۔ کیا اس میں بھی انہی مسائل کی وجہ سے اہل حدیث سے عداوت نہیں کی جاتی جس کے جواب میں ہماری طرف سے صرف یہی مظلومانہ آواز ہے۔

کمش بہ تیغ ستم والہان سنت را

نکردہ اند بجز پاس حق گناہ دگر

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

[فتاویٰ علمائے حدیث]

جلد 11 ص 164-172

محدث فتویٰ